ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 2904

Program: BS Islamic Studies

Semester: Autumn 2026

WhatsApp Orders: +92 324 5836626

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ — شعبہ حدیث وعلوم حدیث

کورس: تاریخ حدیث-1 (2904) • سطح: بی ایس علوم اسلامیہ

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی نقطہ نمبر 2

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: امام احمد بن حنبل کی مسند کا جائزہ اور امام احمد کا سب سے اہم کارنامہ

سوال نمبر 1: امام احمد بن حنبل کی مسند کے متعلق جائزہ لیجیے۔ امام احمد کا سب سے اہم کارنامہ کون سا ہے؟ وضاحت کیجیے۔ (20 نمبر)

تعارف

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (164ھ تا241ھ) تیسری صدی ہجری کے ان ائمۂ حدیث میں سے ہیں جن کا نام آتے ہی دو چیزیں ذہن میں آتی ہیں: ایک ان کی عظیم تصنیف مسند احمد، اور دوسری خلقِ قرآن کے فتنے میں ان کی بے مثال ثابت قدمی۔ سوال کے پہلے حصے میں مسند کا جائزہ مطلوب ہے کہ اس کی ترتیب کیا ہے، اس میں کتنی احادیث ہیں، اس کا درجہ کیا ہے اور اس کی خوبیاں و حدود کیا ہیں۔ دوسرے حصے میں یہ دیکھنا ہے کہ امام احمد کا سب سے اہم کارنامہ کون سا ہے۔ اس کا جواب دیتے وقت محدثین اور مؤرخین کی آراء سامنے رکھی گئی ہیں، جن کی اکثریت کے نزدیک ان کا سب سے بڑا کارنامہ فتنۂ خلقِ قرآن میں سنت کا دفاع اور اس پر استقامت ہے، کیونکہ مسند سمیت ان کی تمام علمی خدمات اسی کردار کی مضبوطی سے جڑی ہوئی ہیں۔ ذیل میں پہلے امام احمد کا مختصر تعارف، پھر مسند کی ترتیب و خصوصیات، اس کے درجے پر اہلِ علم کی بحث، اس کے فوائد و اثرات، اور آخر میں ان کے سب سے اہم کارنامے کی وضاحت پیش کی گئی ہے۔ یہ جائزہ درسی کتابوں اور تاریخِ حدیث کے معیاری مآخذ کی روشنی میں متوازن انداز میں لکھا گیا ہے، تاکہ نہ مبالغہ ہو اور نہ ان کی خدمات کی قدر کم ہو۔

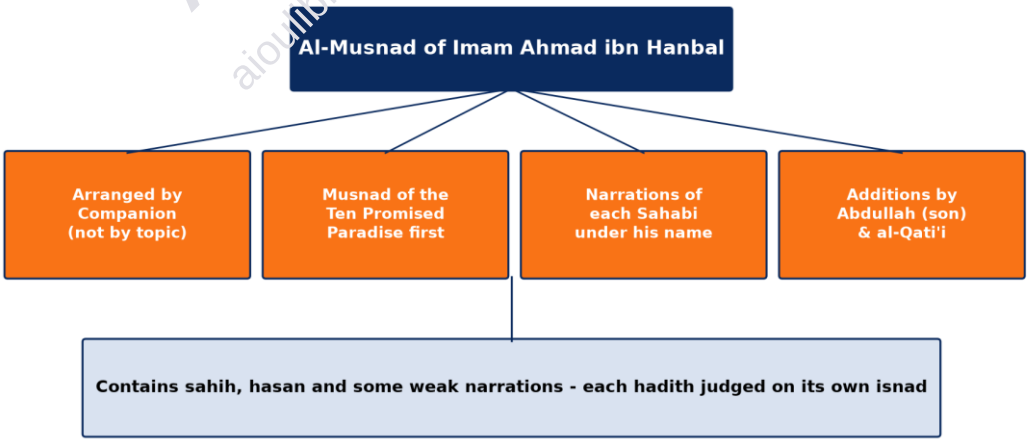
امام احمد بن حنبل کا مختصر تعارف

امام احمد بن محمد بن حنبل بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ انہوں نے کم عمری میں حدیث کا علم شروع کیا اور بغداد کے علماء کے بعد کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن اور شام کے سفر کر کے بڑے بڑے محدثین سے روایت حاصل کی۔ ان کے اساتذہ میں امام شافعی، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرزاق صنعانی اور وکیع بن جراح جیسے ائمہ شامل ہیں، جبکہ ان کے شاگردوں میں امام بخاری، امام مسلم، ابو داؤد اور ان کے صاحبزادے عبداللہ و صالح جیسے نام آتے ہیں۔ ان کی علمی زندگی کی خصوصیت زہد، تقویٰ اور حدیث کی طلب میں غیر معمولی انہماک تھا۔ کہا جاتا ہے کہ انہیں تقریباً دس لاکھ احادیث یاد تھیں، اسی وسیع ذخیرے میں سے انتخاب کر کے انہوں نے اپنی مسند مرتب کی۔ فقہ میں ان کے اجتہادات آگے چل کر حنبلی مکتب کی بنیاد بنے، لیکن ان کی اصل پہچان محدث کی ہے، کیونکہ خود ان کا منہج یہ تھا کہ ہر مسئلے میں پہلے حدیث تلاش کی جائے۔ 241 ہجری میں بغداد میں ان کا انتقال ہوا اور ان کے جنازے میں شرکاء کی غیر معمولی کثرت تاریخی روایات میں مذکور ہے، جو ان کی مقبولیت کا اندازہ کراتی ہے۔

مسند احمد: نام، ترتیب اور حجم

مسند اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں احادیث صحابہ کے ناموں کی ترتیب پر جمع کی جائیں، یعنی موضوع کے بجائے راویِ اعلیٰ یعنی صحابی کے اعتبار سے کتاب مرتب ہو۔ مسند احمد اسی صنف کی سب سے بڑی اور مشہور کتاب ہے۔ اس کی ترتیب یوں ہے کہ سب سے پہلے خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ کے صحابہ کی مرویات آتی ہیں، پھر اہلِ بیت، پھر دیگر مشہور صحابہ اور اسی طرح انصار، اہلِ مکہ و طائف اور شامی و کوفی صحابہ کی مسندیں، آخر میں خواتین صحابیات کی مرویات آتی ہیں۔ تعداد کے بارے میں روایات مختلف ہیں: عام طور پر کہا جاتا ہے کہ امام احمد نے تقریباً چالیس ہزار احادیث کا انتخاب کیا جن میں مکررات بھی شامل ہیں، اور مکررات نکال کر اصل تعداد تقریباً ستائیس سے اٹھائیس ہزار کے قریب بنتی ہے۔ امام احمد کے بعد ان کے صاحبزادے عبداللہ نے اس میں کچھ اضافے کیے جنہیں زوائد عبداللہ کہا جاتا ہے، اور ان کے راوی ابو بکر قطیعی کی طرف سے بھی چند روایات شامل ہوئیں، اس لیے مسند کی موجودہ صورت امام احمد کی اصلی تالیف اور ان دو اضافوں کا مجموعہ ہے، تاہم تحقیق کے وقت اس فرق کو مدنظر رکھتے ہیں۔

Figure 3: Arrangement and Features of Musnad Ahmad



شکل 1: مسند احمد کی ترتیب اور خصوصیات

مسند کا درجہ اور احادیث کی صحت پر بحث

مسند کے درجے کے بارے میں بنیادی بات یہ ہے کہ یہ صحیحین کی طرح صرف صحیح احادیث کی کتاب نہیں ہے۔ امام احمد کا مقصد امت کے لیے حدیث کا ایک وسیع ذخیرہ محفوظ کرنا تھا جس سے فقہ و احتجاج میں کام لیا جا سکے۔ اس میں صحیح، حسن اور کچھ ضعیف روایات بھی موجود ہیں، البتہ ائمہ کا اتفاق ہے کہ اس میں موضوع یعنی من گھڑت حدیث نہیں ہے۔ خود امام احمد کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ جب کسی مسئلے میں حدیث کے بارے میں اختلاف ہو تو اس کتاب کی طرف رجوع کیا جائے، جو کچھ اس میں ملے اسے قبول کیا جائے۔ بعض علماء نے مسند کی تمام یا بیشتر روایات کی صحت کا دعویٰ کیا، بعض نے اس پر تنقید کی، اور درمیانی و درست موقف، جسے ابن تیمیہ، ابن کثیر اور بعد کے محققین نے اختیار کیا، یہ ہے کہ اس کی اکثر احادیث قابلِ احتجاج ہیں، کچھ ضعیف بھی ہیں مگر موضوع کوئی نہیں، اس لیے ہر حدیث کا حکم اس کی اپنی سند دیکھ کر لگایا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جدید ایڈیشنوں میں محققین نے ہر روایت کا درجہ درج کیا ہے۔ یہ جائزہ بخوبی واضح کرتا ہے کہ مسند ایک جمہوری احتجاج ہے، مقابلے کی صحیح کتاب نہیں۔

مسند کی خوبیاں اور فوائد

مسند کی نمایاں خوبیوں میں سب سے پہلی اس کی وسعت ہے: یہ کتبِ حدیث کے بڑے ذخائر میں سب سے بڑی کتابوں میں شمار ہوتی ہے اور ہزاروں وہ روایات اس میں محفوظ ہیں جو دوسری کتابوں میں نہیں ملتیں، خصوصاً بعض صحابہ کی وہ مرویات جن کا واحد ماخذ یہی کتاب ہے۔ دوسری خوبی اس کی صحابی وار ترتیب کا فائدہ ہے کہ کسی خاص صحابی کی تمام مرویات ایک جگہ مل جاتی ہیں، جس سے راوی کی سیرت اور اس کی روایات کا مجموعی جائزہ آسان ہو جاتا ہے۔ تیسری خوبی یہ کہ فقہی استدلال میں یہ کتاب ہمیشہ مرجع رہی ہے، خاص طور پر حنبلی فقہ کی بنیاد بڑی حد تک اسی ذخیرے پر ہے، اور دیگر فقہاء بھی اس سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔ چوتھی خوبی یہ ہے کہ اس کے طرق اور شواہد دیگر کتابوں کی احادیث کی تقویت میں کام آتے ہیں، یعنی جب کسی حدیث کا مؤید تلاش کرنا ہو تو مسند اہم ماخذ ثابت ہوتی ہے۔ خامیاں یا حدود کی بات کی جائے تو یہی کہا جائے گا کہ موضوع وار تلاش اس میں مشکل ہے، ضعیف روایات کی آمیزش کے سبب ناواقف قاری کو درجے کی تحقیق کرنی پڑتی ہے، اور حجم کی بڑائی کی وجہ سے یہ مبتدی کے بجائے محقق کی کتاب زیادہ ہے۔ مجموعی طور پر فوائد ان حدود سے کہیں زیادہ ہیں۔

جدول 1: مسند احمد — جائزے کا خلاصہ

پہلو	تفصیل
صنف و ترتیب	مسند: صحابہ کے ناموں کی ترتیب؛ عشرہ مبشرہ سے آغاز، خواتین صحابیات پر اختتام
حجم	مکررات سمیت تقریباً 40,000؛ بغیر مکررات تقریباً 27,000–28,000 روایات
اضافے	زوائدِ عبداللہ بن احمد اور ابو بکر قطیعی کی چند روایات
درجہ	صحیح، حسن اور بعض ضعیف موجود؛ موضوع کوئی نہیں؛ ہر حدیث کا حکم اس کی سند سے
اہم فائدہ	منفرد روایات کا ذخیرہ، فقہی احتجاج اور شواہد و طرق کا بڑا ماخذ

امام احمد کا سب سے اہم کارنامہ

سوال کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ امام احمد کا سب سے اہم کارنامہ کون سا ہے۔ اگر صرف تصنیف کو دیکھا جائے تو مسند احمد بذاتِ خود ایک کارنامہ ہے، بعض نے ان کے فقہی مکتب کی تاسیس کو بڑا کارنامہ کہا اور بعض نے ان کے شاگردوں کی عظیم جماعت کو۔ لیکن مؤرخین وائمہ کی غالب رائے یہ ہے کہ ان کا سب سے عظیم کارنامہ فتنۂ خلقِ قرآن میں سنت کا دفاع اور اس پر ثابت قدمی ہے۔ عباسی خلیفہ مامون کے دور میں جب سرکاری سطح پر یہ عقیدہ مسلط کیا گیا کہ قرآن مخلوق ہے اور علماء و قضاۃ کو اس کے اقرار پر مجبور کیا گیا تو یہ آزمائش محنہ کہلائی۔ بہت سے لوگوں نے جان بچانے کے لیے بظاہر اقرار کر لیا، مگر امام احمد نے صاف انکار کیا، قید و بند اور کوڑوں کی سزا برداشت کی، مگر موقف نہ بدلا۔ معتصم کے دور میں انہیں سخت جسمانی اذیت دی گئی لیکن وہ قرآن کو اللہ کا کلام غیر مخلوق کہنے پر قائم رہے۔ بالآخر متوکل کے دور میں یہ فتنہ ختم ہوا اور اہلِ سنت کا موقف غالب

آیا۔ اس واقعے کی اہمیت یہ ہے کہ اگر اس مرحلے پر حدیث و سنت کے سب سے بڑے نمائندہ عالم دباؤ میں آ جاتے تو سنت کی حجیت کا پورا نظام خطرے میں پڑ سکتا تھا۔ اس لیے اکثر علماء کے نزدیک یہی استقامت ان کا سب سے بڑا کارنامہ ہے، اور مسند اسی سنت کی حفاظت کا دوسرا بڑا ذریعہ ہے جو انہوں نے تحریری صورت میں دیا۔ دونوں کارنامے ایک دوسرے سے جڑے ہیں: ایک نے سنت کا عقیدہ بچایا، دوسرے نے اس کی روایات کو محفوظ کیا۔

حاصلِ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ مسند احمد صحابی وار ترتیب پر مرتب حدیث کا عظیم ذخیرہ ہے جس میں تقریباً اکیس ہزار مکرر سمیت روایات ہیں، اس میں صحیح و حسن کے ساتھ بعض ضعیف بھی ہیں مگر موضوع کوئی نہیں، اور یہ فقہی احتجاج، شواہد اور منفرد روایات کا بے مثال ماخذ ہے۔ امام احمد کا سب سے اہم کارنامہ مؤرخین کی غالب رائے کے مطابق فتنۂ خلقِ قرآن میں سنت کے دفاع پر ان کی ثابت قدمی ہے، جس نے عقیدے کی حفاظت کی اور جس کے ساتھ مسند کی صورت میں ان کی تحریری خدمت نے حدیث کے ذخیرے کو امت کے لیے محفوظ کر دیا۔

سوال نمبر 2: امام طحاوی، امام ابو عوانہ اور حافظ ابنِ مندہ اور علمِ حدیث

سوال نمبر 2: امام طحاوی، امام ابو عوانہ اور حافظ ابنِ مندہ اور علمِ حدیث پر نوٹ لکھیے۔ (20 نمبر)

تعارف

تیسری اور چوتھی صدی ہجری حدیث کی تدوین کے اس دور کو کہتے ہیں جب صحاح و سنن کی بڑی کتابیں مرتب ہو چکی تھیں اور اب علماء کی توجہ شرح، استخراج، مشکلات کے حل اور رجال و عقائد کے ضمنی مباحث کی طرف تھی۔ سوال میں تین ائمہ کا ذکر ہے جو اسی دور کی مختلف جہتوں کی نمائندگی کرتے ہیں: امام طحاوی فقہ و حدیث کے سنگم اور مشکلاتِ حدیث کے حل کے امام ہیں، امام ابو عوانہ مستخرج کی صنف کے نمائندہ اور صحیح مسلم کی روایات کو اپنی اسناد سے پیش کرنے والے محدث ہیں، اور حافظ ابنِ مندہ عقائد و ایمان

کے موضوعات پر حدیثی تصانیف اور کثرتِ رحلات کے لیے مشہور حافظ ہیں۔ ان تینوں کا مشترکہ وصف یہ ہے کہ انہوں نے حدیث کو کسی نئے زاویے سے خدمت کا موضوع بنایا، یعنی کسی نے اس کے فقہی معنوں کو کھولا، کسی نے اس کے طرق بڑھائے اور کسی نے اسے عقیدے کی بنیاد کے طور پر جمع کیا۔ ذیل میں تینوں کے حالات، ان کی اہم تصانیف اور علمِ حدیث میں ان کے مقام پر الگ الگ نوٹ پیش کیا گیا ہے، اور آخر میں تینوں کا تقابلی خلاصہ دیا گیا ہے تاکہ طالب علم کو ہر ایک کی انفرادی پہچان واضح ہو جائے۔

واضح رہے کہ سن وفات اور تصانیف کی تفصیل میں جہاں مشہور ماخذ میں معمولی اختلاف پایا جاتا ہے، وہاں مشہور اور رائج قول اختیار کیا گیا ہے۔

امام طحاوی اور علمِ حدیث

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی (229ھ تا 321ھ) مصر کے گاؤں طحا سے تعلق رکھتے تھے اور فسطاط میں ان کی علمی زندگی گزری۔ ابتداء میں شافعی مکتب میں تعلیم پائی مگر پھر حنفی مکتب اختیار کیا اور اسی میں امام کے درجے کو پہنچے۔ ان کی حدیثی شہرت کی بنیاد دو عظیم کتابیں ہیں۔ پہلی شرح معانی الآثار، جس میں انہوں نے فقہی مسائل کی احادیث کو ابواب وار جمع کر کے یہ دکھایا کہ بظاہر متعارض احادیث میں جمع و تطبیق کیسے ممکن ہے اور حنفی فقہ کی دلیلیں روایات سے کیسے قائم ہوتی ہیں۔ اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ یہ صرف فقہ کی کتاب نہیں بلکہ حدیث کی شرح اور مختلف الحدیث کے فن کی عملی تربیت بھی ہے۔ دوسری کتاب شرح مشکل الآثار ہے، جو ان کی آخری عمر کی تصنیف ہے اور اس میں انہوں نے مشکل اور بظاہر متناقض روایات کی توجیہات نہایت باریک بینی سے پیش کی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی العقیدہ الطحاویہ عقائد کا وہ مختصر متن ہے جسے امت میں غیر معمولی قبولیت ملی اور جس کی شرحیں متعدد علماء نے لکھیں۔ امام طحاوی کی انفرادیت یہ ہے کہ انہوں نے فقہاء اور محدثین کے درمیان پل کا کردار ادا کیا: فقہاء کو حدیث کی سند و متن کی جانچ سکھائی اور محدثین کو دکھایا کہ روایات کے فقہی معانی کس طرح کھلتے ہیں۔

امام ابو عوانہ اور علمِ حدیث

امام ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائینی (متوفی 316ھ) خراسان کے شہر اسفرائن سے تعلق رکھنے والے حافظِ حدیث تھے۔ انہوں نے علم کی طلب میں عراق، حجاز، شام، مصر اور جزیرہ وغیرہ کے طویل سفر کیے اور بڑے ائمہ سے سماع کیا۔ ان کی شہرت کا اصل سبب ان کی کتاب ہے جسے مسند ابو عوانہ یا مستخرج ابی عوانہ کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب

دراصل صحیح مسلم پر مستخرج ہے، یعنی ابو عوانہ نے صحیح مسلم کی احادیث کو امام مسلم کی اسناد کے بجائے اپنی اسناد سے روایت کیا اور ساتھ میں وہ اضافے بھی دیے جو ان کی سندوں سے حاصل ہوئے۔ اس صنف کے فوائد اصولِ حدیث میں معروف ہیں: اصل کتاب کی احادیث کو اضافی طرق مل جاتے ہیں، بعض مشکل الفاظ کی تشریح دوسری روایت سے ہو جاتی ہے اور راویوں کے متعلق اضافی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ابو عوانہ کی کتاب اس لیے بھی اہم ہے کہ اس میں ان کی اپنی منتخب روایات بھی صحت کے بلند معیار پر ہیں، چنانچہ اسے مستقل مسند کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ ان کا شمار حراسانی کے ان حفاظ میں ہوتا ہے جنہوں نے رحلات اور کتابت کے ذریعے حدیث کے ذخیرے کو وسعت دی، اور ان کی کتاب آج بھی محققین کے لیے صحیح مسلم کی روایات کے طرق تلاش کرنے کا اہم ماخذ ہے۔

حافظ ابنِ مندہ اور علمِ حدیث

حافظ ابو عبداللہ محمد بن اسحاق بن مندہ (310ھ تا 395ھ) اصفہان کے مشہور علمی خاندان کے فرزند اور چوتھی صدی کے بڑے حفاظ میں سے تھے۔ ان کی رحلات کا دائرہ بہت وسیع تھا، انہوں نے مشرق و مغرب کے متعدد شہروں کا سفر کیا اور کہا جاتا ہے کہ ان کے شیوخ کی تعداد غیر معمولی حد تک بڑھی، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حدیث کی جمع آوری ان کی زندگی کا مرکزی مشغلہ تھا۔ ان کی مشہور تصانیف میں کتاب الایمان اور کتاب التوحید نمایاں ہیں، جن میں انہوں نے ایمان اور توحید کے موضوعات پر احادیث و آثار کو اسناد کے ساتھ جمع کیا؛ یہ کتابیں اس دور کی اس کوشش کی نمائندہ ہیں کہ عقائد کو روایات کی بنیاد پر مرتب کیا جائے۔ ان کی ایک اور مشہور تصنیف معرفۃ الصحابہ ہے جو صحابہ کرام کے حالات پر ہے، اور الرد علی الجہمیہ بھی ان سے منسوب ہے۔ ان کے مسند اور دیگر مجموعے بھی مآخذ میں مذکور ہیں، اگرچہ بعض کتابیں مکمل صورت میں ہم تک نہیں پہنچیں۔ ابنِ مندہ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کا کام عقیدے اور حدیث کے تعلق کو نمایاں کرتا ہے: جہاں طحاوی فقہ و حدیث کے تعلق کے نمائندہ ہیں اور ابو عوانہ استخراج کے، وہاں ابنِ مندہ عقائد کے حدیثی استدلال کے نمائندہ کہے جاسکتے ہیں۔ ان کے خاندان میں بعد میں بھی کئی نامور محدثین پیدا ہوئے، جس سے اصفہان میں اس گھرانے کی علمی روایت کا اندازہ ہوتا ہے۔

Figure 4: The Hadith Scholars of Assignment 2 in Chronological Order



شکل 1: اسائنمنٹ نمبر 2 کے علماء کا زمانی تسلسل

جدول 1: تینوں ائمہ کا تقابلی خلاصہ

امام	وفات	نمایاں تصنیف / خدمت
امام طحاوی	321ھ	شرح معانی الآثار، شرح مشکل الآثار، العقیدہ الطحاویہ — فقہ و حدیث کا امتزاج
امام ابو عوانہ	316ھ	مستخرج / مسند ابی عوانہ — صحیح مسلم کی روایات اپنی اسناد سے، طرق کی وسعت
حافظ ابنِ مندہ	395ھ	کتاب الایمان، کتاب التوحید، معرفۃ الصحابہ — عقائد کا حدیثی جمع

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

تینوں کی خدمات کا مجموعی جائزہ

ان تینوں ائمہ کا مطالعہ مل کر تیسری و چوتھی صدی کی حدیثی سرگرمیوں کی مکمل تصویر دیتا ہے۔ اس دور میں حدیث کی خدمت صرف نئی کتابیں مرتب کرنا نہیں رہی تھی بلکہ موجود ذخیرے کے گرد شرح، استخراج، تطبیق اور عقائد و فقہی استعمال کا ایک جال بن رہا تھا۔ طحاوی نے اس ذخیرے کو فقہ کے مسائل سے جوڑا اور تعارض کے حل کا فن سکھایا، ابو عوانہ نے اس کے طرق بڑھا کر اس کی توثیق میں اضافہ کیا، اور ابنِ مندہ نے اسے عقائد کی تعمیر میں استعمال کیا۔ یہ تینوں خدمات مل کر بتاتی ہیں کہ حدیث اس دور میں امت کے تمام علمی شعبوں کی بنیاد بن چکی تھی۔ ایک طرف ان کتابوں کی وجہ سے حدیث محفوظ تر ہوئی، دوسری طرف اس کے فہم کی نئی راہیں کھلیں۔ درسی اعتبار سے ان تینوں کے تذکرے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ طالب علم اقسامِ کتبِ حدیث جیسے مستخرج اور مختلف الحدیث کی اصطلاحات کو مجرد تعریفوں کے بجائے زندہ مثالوں کے ساتھ سمجھ لیتا ہے۔

حاصلِ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ امام طحاوی شرح معانی الآثار اور شرح مشکل الآثار کے ذریعے فقہ و حدیث کے امتزاج اور احادیث کے تعارض کے حل کے امام ہیں، امام ابو عوانہ صحیح مسلم پر اپنے مستخرج کے ذریعے طرقِ حدیث کی وسعت کے نمائندہ ہیں، اور حافظ ابنِ مندہ کتاب الایمان اور کتاب التوحید کے ذریعے عقائد کو احادیث سے مرتب کرنے اور وسیع رحلات سے حدیث جمع کرنے کے لیے مشہور ہیں۔ تینوں نے مل کر اس دور کی حدیثی خدمت کے تین بڑے پہلوؤں یعنی فقہی شرح، استخراج اور عقائدی جمع کو نمایاں کیا۔

سوال نمبر 3: حافظ ابنِ عساکر دمشقی پر جامع نوٹ

سوال نمبر 3: حافظ ابنِ عساکر دمشقی پر ایک جامع نوٹ تحریر کیجیے۔ (20 نمبر)

تعارف

حافظ ابنِ عساکر دمشقی (499ھ تا 571ھ) چھٹی صدی ہجری کے عظیم مؤرخ و محدث ہیں جن کا اصل کارنامہ دمشق کی وہ ضخیم تاریخ ہے جسے تاریخِ دمشق یا تاریخ ابنِ عساکر کہا جاتا ہے۔ صحفِ تاریخ کی دنیا میں شاذ ہی کسی ایک شہر کی تاریخ اس وسعت سے لکھی گئی ہو جتنی وسعت سے ابنِ عساکر نے دمشق اور اس سے وابستہ شخصیات کی سوانح جمع کیں۔ لیکن ابنِ عساکر صرف مؤرخ نہیں تھے، وہ اپنے زمانے کے بڑے حافظِ حدیث، شافعی فقیہ اور اشعری متکلم تھے، اور ان کی علمی زندگی دمشق کے مدرسے اور درس و تصنیف کے گرد گھومتی تھی۔ سوال میں ان پر جامع نوٹ مطلوب ہے، اس لیے ذیل میں ان کے حالاتِ زندگی، اساتذہ و رحلات، ان کی معرکہ آرا تصنیف تاریخِ دمشق کی ساخت و اہمیت، ان کی دیگر کتابیں، ان کا علمی مقام اور ان کی خدمات کے مجموعی اثرات کو ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔ نوٹ میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ مشہور اعداد و شماریات، جیسے تاریخِ دمشق کی جلدوں کی تعداد، رائج ترین قول کے مطابق بیان کی جائیں اور جہاں روایات میں اختلاف ہے وہاں اس کی طرف اشارہ کر دیا جائے۔

حالاتِ زندگی اور تعلیم

ابنِ عساکر کا پورا نام ابو القاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عساکر دمشقی ہے۔ وہ 499 ہجری میں دمشق کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے؛ ان کے والد اور خاندان کے دیگر افراد بھی علم و تقویٰ میں معروف تھے۔ کم عمری سے حدیث کا سماع شروع کیا اور دمشق میں آنے والے بڑے محدثین سے استفادہ کیا۔ پھر علم کی طلب میں بغداد، مکہ، مدینہ، اصفہان، نیشاپور، مرو اور دیگر شہروں کے سفر کیے اور اپنے دور کے سیکڑوں شیوخ سے روایت حاصل کی؛ ان کے شیوخ کی تعداد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ہزار سے زائد مرد اساتذہ اور متعدد محدثات تک پہنچی، جن کی فہرست انہوں نے اپنی معجم الشیوخ میں مرتب کی۔ واپسی پر دمشق میں درس و تدریس اور تصنیف میں مصروف ہو گئے۔ سلطان نورالدین زنگی نے ان کے لیے دارالحدیث نوریہ قائم کیا جہاں وہ درس دیتے تھے، اور حکمران طبقے میں ان کا احترام ان کے علم و دیانت کی بنا پر تھا۔ 571 ہجری میں دمشق میں ان کا انتقال ہوا اور باب الصغیر کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔ ان کی زندگی کا مجموعی تاثر یہ ہے کہ وہ درس، روایت اور تصنیف کے لیے وقف ایک عالم تھے جنہوں نے شہر کو ہی اپنی تصنیف کا موضوع بنا کر دمشق کی علمی تاریخ کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔

تاریخِ دمشق: ساخت، حجم اور منہج

ابنِ عساکر کی شہرت کا سب سے بڑا سبب تاریخِ مدینۃ دمشق ہے، جو مطبوعہ صورت میں تقریباً اسی جلدوں پر مشتمل ہے اور اسلامی تاریخ کی ضخیم ترین سوانحی کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ ان کے منہج کی بنیاد یہ تھی کہ دمشق سے تعلق رکھنے والی یا دمشق میں آنے والی ہر اہم شخصیت کا ترجمہ اسناد کے ساتھ درج کیا جائے، چاہے وہ خلیفہ ہو، عالم ہو، شاعر ہو یا صالح ہو۔ کتاب کی ابتدا میں دمشق کی فضیلت، اس کی تاریخ اور جغرافیہ پر مفصل مقدمہ ہے، پھر سیرتِ نبوی اور خلفاء کا تذکرہ آتا ہے، اس کے بعد ہزاروں شخصیات کے تراجم حروفِ تہجی کے اعتبار سے ملتے ہیں۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ محض حالات نہیں دیکھتے بلکہ اپنے شیوخ تک مسلسل اسناد کے ساتھ روایات نقل کرتے ہیں، اس لیے یہ کتاب صرف تاریخ نہیں بلکہ حدیث اور تراجمِ رجال کا بھی عظیم ذخیرہ ہے۔ بعض تراجم میں کسی ایک شخصیت پر جلدوں کا مواد ملتا ہے، خصوصاً ابتدائی شخصیات کے تراجم نہایت مفصل ہیں۔ اس کتاب کی قدر اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ دمشق اور شام کی تاریخ، جغرافیہ، خطط اور علمی خاندانوں کے مطالعے کے لیے آج بھی کوئی محقق اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

دیگر تصانیف اور علمی خدمات

تاریخِ دمشق کے علاوہ ابنِ عساکر کی تصانیف کی تعداد بھی بڑی ہے۔ ان میں الاربعین فی الحث علی الجہاد خاص طور پر اس دور کی صلیبی جنگوں کے پس منظر میں لکھی گئی چالیس احادیث کی کتاب ہے، الاربعین البلدانیہ ان چالیس احادیث پر ہے جو انہوں نے چالیس شہروں میں سنیں، تبیین کذب المفتری امام ابوالحسن اشعری کے دفاع اور اشاعرہ کے تراجم پر ان کی مشہور کتاب ہے، اس کے علاوہ معجم الشیوخ، الموافقات اور فضائل و مناقب پر متعدد رسائل ان سے منسوب ہیں۔ ان کتابوں سے ان کی ہمہ جہت شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے: وہ مؤرخ بھی تھے، محدث بھی، عقائد کے مدافع بھی اور جہاد و اصلاح کے داعی بھی۔ ان کی تدریس نے شام میں حدیث کی روایت کو نئی زندگی دی اور ان کے شاگردوں نے ان کی روایات کو آگے پھیلایا۔ ان کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ انہوں نے تاریخ نگاری کو ادب و بلاغت سے آگے بڑھا کر اسناد اور دستاویزی اسلوب دیا، جس سے بعد کے مؤرخین و محدثین نے بڑا اثر قبول کیا، چنانچہ حافظ ذہبی اور ابن کثیر جیسے علماء نے شام کی تاریخ میں ان سے بکثرت استفادہ کیا۔

جدول 1: ابنِ عساکر کی نمایاں تصانیف — خلاصہ

کتاب	موضوع	اہمیت
تاریخ مدینۃ دمشق	دمشق اور اس سے وابستہ شخصیات کے تراجم	تقریباً 80 جلدیں؛ تاریخ، حدیث اور رجال کا ضخیم ترین موسوعہ
تبیین کذب المفتری	امام اشعری کا دفاع اور اشاعرہ کے تراجم	عقائدی تاریخ کا بنیادی ماخذ
الاربعین فی الحث علی الجہاد	جہاد کی ترغیب پر چالیس احادیث	صلیبی جنگوں کے دور کی اصلاحی کوشش
الاربعین البلدانیہ	چالیس شہروں میں سنی ہوئی احادیث	ان کی رحلاتِ علمیہ کا نقشہ
معجم الشیوخ	اپنے اساتذہ کی فہرست و تراجم	ان کے شیوخ کی کثرت کا ریکارڈ

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

علمی مقام اور اثرات

ابنِ عساکر کے علمی مقام کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حافظ ذہبی نے انہیں اپنے دور کے حافظ اور مؤرخ کے بلند القابات سے یاد کیا اور بعد کے محققین نے تاریخِ دمشق کو شام کے رجال کا سب سے بڑا ماخذ قرار دیا۔ ان کی کوشش سے ہزاروں ایسے علماء، راویوں اور صلحاء کے حالات محفوظ ہو گئے جو کسی اور کتاب میں نہیں ملتے، اس لیے اسماء الرجال کے محقق کے لیے یہ کتاب ناگزیر ہے۔ تاہم علمی امانت کے طور پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اتنی ضخیم کتاب میں ہر روایت ایک درجے کی نہیں، کیونکہ مؤرخ کا منہج جمع کرنا ہوتا ہے، اس میں صحیح و ضعیف دونوں طرح کا مواد آ جاتا ہے، اس لیے ان کی نقل کردہ حدیث کا درجہ متعلقہ سند سے الگ پرکھا جاتا ہے۔ یہ اصول تمام بڑے سوانحی موسوعات پر لاگو ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر ابنِ عساکر کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک شہر کی علمی تہذیب کو فرد فرد کے ترجمے سے محفوظ کر دیا، اور یہی کام انہیں مؤرخینِ اسلام کی صفِ اول میں کھڑا کرتا ہے۔

حاصلِ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ابنِ عساکر دمشقی چھٹی صدی ہجری کے عظیم محدث و مؤرخ تھے جنہوں نے وسیع رحلات اور ہزار سے زائد شیوخ سے علم حاصل کر کے دمشق کو اپنا مرکز بنایا۔ ان کی تاریخ دمشق تقریباً اسی جلدوں پر مشتمل ایک انسائیکلوپیڈک موسوعہ ہے جس میں دمشق سے وابستہ ہزاروں شخصیات کے تراجم اسناد کے ساتھ محفوظ ہیں، اور تبیین کذب المفتری وار بعینات جیسی کتابیں ان کی ہمہ جہتی کی گواہ ہیں۔ تاریخ، رجال اور حدیث تینوں شعبوں میں ان کی خدمات نے انہیں اسلامی علمی تاریخ کی نمایاں ترین شخصیات میں جگہ دی۔

سوال نمبر 4: حافظ ابنِ الصلاح اور امام نووی کی اہم تالیفات کا اجمالی خاکہ

سوال نمبر 4: حافظ ابنِ الصلاح اور امام نووی کی اہم تالیفات کا اجمالی خاکہ پیش کیجیے۔ (20 نمبر)

تعارف

چھٹی اور ساتویں صدی ہجری کے دو عظیم نام حافظ ابنِ الصلاح اور امام نووی ایسے ہیں جن کے بغیر اصولِ حدیث اور شرحِ حدیث کا مطالعہ نامکمل رہتا ہے۔ ابنِ الصلاح نے علومِ حدیث کو ایک مستقل اور مرتب فن کی صورت دی اور ان کی کتاب مقدمہ ابنِ الصلاح اس فن کی بنیادی کتاب بن گئی۔ امام نووی نے اسی بنیاد پر شرح، اختصار اور عام فہم دینی ادب کی وہ خدمت کی کہ ان کی کتابیں ہر صدی میں گھروں اور مدارس تک پہنچیں، خاص طور پر شرحِ صحیح مسلم اور ریاض الصالحین۔ سوال میں دونوں بزرگوں کی اہم تالیفات کا اجمالی خاکہ مطلوب ہے، یعنی ہر امام کی نمایاں کتابوں کا نام، موضوع اور اہمیت مختصراً بیان کرنا ہے۔ ذیل میں پہلے ابنِ الصلاح کا تعارف اور ان کی تالیفات، پھر امام نووی کا تعارف اور ان کی تالیفات، اور آخر میں تقابلی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ اس اجمالی خاکے میں کوشش کی گئی ہے کہ صرف مشہور اور مؤثر کتابیں آئیں، تاکہ طالب علم کے ذہن میں دونوں ائمہ کی علمی پہچان صاف ہو جائے۔

حافظ ابنِ الصلاح اور ان کی تالیفات

ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری، معروف بہ ابنِ الصلاح (577ھ تا 643ھ)، کردستان کے علاقے سے تعلق رکھتے تھے، تعلیم موصل، بغداد اور شام میں حاصل کی اور زندگی کا بڑا حصہ دمشق میں تدریس میں گزارا، جہاں وہ دار الحدیث اشرفیہ کے شیخ بھی رہے۔ ان کی سب سے مشہور تصنیف مقدمہ ابنِ الصلاح ہے جس کا اصل نام علوم الحدیث ہے۔ یہ کتاب اصولِ حدیث کی پہلی جامع و مرتب تصنیف سمجھی جاتی ہے جس میں حدیث کی اقسام، صحیح و حسن و ضعیف کی تعریفیں، روایت کے شرائط، جرح و تعدیل، تحمل و ادا اور درجنوں اصطلاحات کو منظم ابواب میں بیان کیا گیا۔ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ اس کے بعد اصولِ حدیث کی تقریباً ہر بڑی کتاب اسی کی شرح، اختصار یا نظم کی صورت میں آئی: امام نووی کی التقریب، عراقی کی الفیہ اور ابن حجر کی نزہۃ النظر سب اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ ان کی دیگر کتابوں میں ادب المفتی والمستفتی فقہی اصول پر، طبقات الفقہاء الشافعیہ فقہاء کے تراجم پر اور شرح الورقات وغیرہ شامل ہیں، اس کے علاوہ ان کے فتاویٰ بھی مرتب ہوئے۔ یوں ابنِ الصلاح کی پہچان اصولِ حدیث کے مدونِ اعلیٰ کی ہے جنہوں نے بکھرے ہوئے مباحث کو ایک فن کی شکل دی۔

امام نووی اور ان کی تالیفات

امام ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی (631ھ تا 676ھ) شام کے قصبے نویٰ سے تعلق رکھتے تھے اور دمشق میں تعلیم و تصنیف میں زندگی گزاری۔ کم عمری اور مختصر زندگی کے باوجود ان کی تصانیف کی تعداد اور اثر حیران کن ہے۔ حدیث کے شعبے میں ان کی سب سے بڑی کتاب شرحِ صحیح مسلم ہے جو المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج کے نام سے مشہور ہے؛ یہ شرح زبان کی سلاست، فقہی مباحث اور مشکل الفاظ کی تشریح کی وجہ سے مسلم کی مقبول ترین شرحوں میں شمار ہوتی ہے۔ دوسری مشہور کتاب ریاض الصالحین ہے جو اخلاق، عبادات اور تزکیے پر احادیث کا منتخب مجموعہ ہے اور دنیا کی متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو کر عام مسلمانوں تک پہنچی۔ تیسری الاذکار ہے جو روزمرہ دعاؤں اور اذکار کا مستند مجموعہ ہے۔ اصولِ حدیث میں انہوں نے التقریب والتیسیر لکھی جو مقدمہ ابنِ الصلاح کا اختصار ہے، اور اس پر ان کی اپنی شرح تدریب الراوی بعد میں سیوطی نے مکمل کی۔

اربعین نووی چالیس احادیث کا وہ مختصر مجموعہ ہے جو اصولِ دین کی جامع احادیث پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ہر دور میں حفظ و تدریس کا موضوع رہا۔ اس کے علاوہ فقہ میں المجموع شرح المہذب، روضۃ الطالبین اور منہاج الطالبین، رجال میں تہذیب الاسماء واللغات، اور آداب میں التبیان فی آداب حملۃ القرآن ان کی نمایاں کتابیں ہیں۔

جدول 1: دونوں ائمہ کی اہم تالیفات کا اجمالی خاکہ

شعبہ / اہمیت	کتاب	امام
اصولِ حدیث کی بنیادی و مرتب کتاب؛ بعد کی تمام کتب کا ماخذ	مقدمہ ابن الصلاح (علوم الحدیث)	ابنِ الصلاح (م 643ھ)
افتاء کے آداب و اصول	ادب المفتی والمستفتی	ابنِ الصلاح
شافعی فقہاء کے تراجم	طبقات الفقہاء الشافعیہ	ابنِ الصلاح
صحیح مسلم کی مقبول ترین شرح	شرحِ صحیح مسلم (المنہاج)	امام نووی (م 676ھ)
اخلاق و تزکیے کی احادیث؛ عالمگیر مقبولیت	ریاض الصالحین	امام نووی
اصولِ حدیث میں مقدمہ ابنِ الصلاح کا اختصار	التقریب والتیسیر	امام نووی
عام فہم دینی ادب اور اذکار و قرآن کے آداب	اربعین نووی، الاذکار، التبیان	امام نووی

تقابلی خاکہ اور مشترکہ اہمیت

تقابل کیا جائے تو ابنِ الصلاح کا مرکزی کارنامہ تدوین و ترتیب ہے: انہوں نے اصولِ حدیث کے فن کو بنیاد دی، جبکہ امام نووی کا مرکزی کارنامہ ترویج و تشریح ہے: انہوں نے اس فن کو اختصار، شرح اور منتخبات کے ذریعے علماء سے لے کر عوام تک پہنچایا۔ نووی نے خود ابنِ الصلاح کے مقدمے کو التقریب میں سمیٹا، اس طرح دونوں کا کام ایک

دوسرے سے براہِ راست جڑا ہوا ہے۔ دونوں کا تعلق شام اور دمشق سے ہونا بھی اس دور میں شام کی علمی مرکزیت کی دلیل ہے۔ دونوں کی کتابوں کی ایک اور مشترکہ خصوصیت قبولیت ہے: مقدمہ ابنِ الصلاح پر شروح و اختصارات کا سب سے بڑا سلسلہ چلا اور نووی کی ریاض الصالحین و اربعین سب سے زیادہ پڑھی جانے والی حدیثی کتابوں میں شامل ہیں۔ درسی اعتبار سے یہ دونوں نام اس حقیقت کی نمائندگی کرتے ہیں کہ علمِ حدیث صرف جمع کرنے کا نام نہیں بلکہ اصول بنانے، شرح کرنے اور عام فہم بنانے کے مراحل کا نام بھی ہے۔

ان تالیفات کے اثرات اور موجودہ مقام

ان دونوں ائمہ کی تالیفات کے اثرات آج کے نصاب تک جاری و ساری ہیں۔ دنیا بھر کے مدارس میں اصولِ حدیث کا نصاب مقدمہ ابنِ الصلاح اور اس کے مختصرات ہی کی ترتیب پر چلتا ہے، اور اصطلاحات جیسے صحیح، حسن، ضعیف، متصل اور منقطع کی وہ تعریفیں جو ابنِ الصلاح نے مرتب کیں، معمولی ترمیمات کے ساتھ آج بھی معیاری سمجھی جاتی ہیں۔ ادھر امام نووی کی ریاض الصالحین مساجد کے دروس، گھریلو مطالعے اور دینی مجالس کی سب سے عام کتاب ہے، ان کی اربعین کو بچوں کو حفظ کرایا جاتا ہے اور شرحِ مسلم ہر محقق کی میز پر ہوتی ہے۔ یہ مقبولیت محض اتفاق نہیں بلکہ ان کی زبان کی صفائی، اختصار میں جامعیت اور مزاج کی اعتدال پسندی کا نتیجہ ہے۔ اس پہلو سے دیکھیں تو ابنِ الصلاح نے علم کو محققین کے لیے منظم کیا اور نووی نے اسی علم کو محققین کے ساتھ عوام کے لیے بھی کھول دیا۔ اسی دوہرے اثر کی وجہ سے ان دونوں کا شمار ان چند ائمہ میں ہوتا ہے جن کی کتابیں سات آٹھ صدیاں گزرنے کے بعد بھی نصاب و عمل دونوں میں زندہ ہیں۔

حاصلِ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ابنِ الصلاح کی پہچان مقدمہ ابنِ الصلاح ہے جس نے اصولِ حدیث کو مرتب فن بنایا، اس کے ساتھ ادب المفتی اور طبقات بھی ان کی نمایاں کتابیں ہیں۔ امام نووی کی پہچان شرحِ صحیح مسلم، ریاض الصالحین، الاذکار، اربعین اور التقریب والتیسیر ہے، جنہوں نے حدیث کو شرح، اختصار اور عام فہم ادب کے ذریعے امت کے ہر طبقے تک پہنچایا۔ دونوں کی تالیفات کا یہ اجمالی خاکہ دکھاتا ہے کہ ایک نے فن کی بنیاد رکھی اور دوسرے نے اس بنیاد پر عمارت کھڑی کی۔

سوال نمبر 5: حافظ مجد الدین ابنِ الاثیر اور حافظ عزالدین الجزری — تالیفات پر نوٹ

سوال نمبر 5: حافظ مجد الدین ابنِ الاثیر اور حافظ عزالدین الجزری کے متعلق تفصیل سے تحریر کیجیے۔ ان کی مشہور ترین تالیفات پر ایک نوٹ لکھیے۔ (20 نمبر)

تعارف

سوال میں جن دو شخصیات کا ذکر ہے وہ دراصل ایک ہی عظیم علمی خاندان، آلِ شیبانی، کے دو بھائی ہیں جو جزیرہ ابنِ عمر اور موصل سے تعلق رکھتے تھے۔ مجد الدین ابنِ الاثیر (544ھ تا 606ھ) بڑے بھائی اور حدیث و لغت کے امام تھے، جبکہ عزالدین ابنِ الاثیر الجزری (555ھ تا 630ھ) ان کے چھوٹے بھائی اور تاریخ و تراجم صحابہ کے امام تھے۔ ان کے تیسرے بھائی ضیاء الدین ادب و انشاء کے امام تھے، یوں یہ خاندان تاریخِ اسلام کے ان چند گھرانوں میں سے ہے جن کے تینوں بھائی الگ الگ علم میں امامت کے درجے کو پہنچے۔ سوال میں دونوں بھائیوں کے متعلق تفصیل اور ان کی مشہور ترین تالیفات پر نوٹ مطلوب ہے۔ ذیل میں پہلے خاندانی پس منظر، پھر مجد الدین کے حالات و تالیفات، پھر عزالدین کے حالات و تالیفات، اور آخر میں دونوں کی خدمات کا تقابلی خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ عزالدین کو الجزری کہنا ان کی جزیرہ ابنِ عمر کی نسبت کی وجہ سے ہے اور وہی مشہور مؤرخ ابنِ الاثیر ہیں جن کی تاریخ الکامل ہر طالب علم کے سامنے آتی ہے۔

حافظ مجد الدین ابنِ الاثیر: حالات

مجد الدین ابو السعادات مبارک بن محمد بن عبد الکریم شیبانی جزری، معروف بہ ابنِ الاثیر، 544 ہجری میں جزیرہ ابنِ عمر میں پیدا ہوئے اور موصل میں پروان چڑھے۔ انہوں نے حدیث، فقہ، نحو اور لغت میں مہارت حاصل کی اور موصل کے حکمرانوں کے دربار سے بھی وابستہ رہے، تاہم عمر کے آخری حصے میں بیماری کی وجہ سے صاحبِ فراش ہو گئے اور اسی حالت میں انہوں نے اپنی عظیم کتاب جامع الاصول کی تکمیل کی، جو ان کے عزم کی بہترین مثال ہے۔ انہیں حافظ کا لقب اس لیے ملا کہ حدیث کی روایت و درایت دونوں میں انہیں غیر معمولی دسترس تھی اور ان کی مجلس موصل میں حدیث کا مرکز تھی۔ 606 ہجری میں ان کا انتقال موصل میں ہوا۔ ان کی شخصیت کی نمایاں بات علمِ حدیث اور

علمِ لغت کا حسین امتزاج ہے: وہ روایات بھی جمع کرتے ہیں اور ان کے مشکل الفاظ کی لغوی تشریح بھی کرتے ہیں، چنانچہ ان کی دونوں مشہور کتابیں انہی دو دائروں کی نمائندہ ہیں۔

مجد الدین کی مشہور ترین تالیفات

مجد الدین کی سب سے مشہور کتاب جامع الاصول فی احادیث الرسول ہے۔ یہ کتاب کتبِ ستہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، مؤطا امام مالک، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی اور سنن نسائی کی احادیث کو ایک جگہ موضوع وار جمع کرنے کی عظیم کوشش ہے۔ انہوں نے ان سات کتابوں کی روایات کو فقہی و موضوعاتی ابواب میں مرتب کیا، اسناد کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا، مکررات کو قابو میں رکھا اور جہاں کسی کتاب کا لفظی فرق اہم ہو وہاں اس کی نشاندہی کر دی۔ اس کتاب کی اہمیت یہ ہے کہ طالب علم کو چھ بنیادی کتابوں کا خلاصہ ایک منظم مجموعے میں مل گیا، اس لیے صدیوں تک یہ کتاب محدثین و فقہاء کی مرجع رہی اور آج بھی مشترکہ احادیث کی تلاش میں اس سے فائدہ لیا جاتا ہے۔ ان کی دوسری مشہور ترین کتاب النہایہ فی غریب الحدیث والاثر ہے جو حدیث کے مشکل اور غریب الفاظ کی لغت پر سب سے جامع اور مقبول کتاب ہے۔ حادیث کے وہ الفاظ جو عام عربی سے ہٹ کر خاص معنوں میں آئے ہوں، ان کی تشریح مثالوں اور شواہد کے ساتھ اس کتاب میں حروفِ تہجی کی ترتیب پر ملتی ہے، اور حدیث کی کوئی بڑی شرح اس کتاب کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ ان کے علاوہ الشافی شرح مسند الشافعی اور منال الطالب جیسی کتابیں بھی ان سے منسوب ہیں۔ اس طرح مجد الدین کی تالیفات حدیث کی جمع و ترتیب اور اس کے فہم و لغت دونوں محاذوں پر بنیادی مقام رکھتی ہیں۔

حافظ عزالدین الجزری (ابنِ الاثیر): حالات

عزالدین ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالکریم جزری، معروف بہ ابنِ الاثیر، 555 ہجری میں جزیرہ ابنِ عمر میں پیدا ہوئے اور موصل میں تعلیم پائی۔ انہوں نے تاریخ، حدیث، انساب اور ادب میں مہارت حاصل کی اور سفر و سفارت کے تجربے بھی حاصل کیے، چنانچہ وہ دمشق و بغداد گئے اور صلاح الدین ایوبی کے دور کے شام کو انہوں نے دیکھا، جس کا اثر ان کی تاریخ نگاری کی واقعاتی بصیرت میں نظر آتا ہے۔ ان کی شخصیت کا مرکزی میدان تاریخ اور تراجم ہے، اگرچہ وہ حدیث کے حافظ اور راوی بھی تھے اور اسی لیے سوال

میں ان کے نام کے ساتھ حافظ کا لقب آیا ہے۔ وہ اپنے بھائی مجد الدین سے علمی مزاج میں مختلف تھے: بڑے بھائی کا ذوق حدیث و لغت تھا اور چھوٹے بھائی کا تاریخ و سوانح۔ 630 ہجری میں موصل میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی زندگی کا بڑا حصہ تصنیف و تالیف میں گزرا اور ان کی کتابیں آج بھی اسلام کی سیاسی و علمی تاریخ کے بنیادی مآخذ ہیں۔

عزالدین کی مشہور ترین تالیفات

عزالدین کی سب سے مشہور کتاب الکامل فی التاریخ ہے، جو آغازِ کائنات سے 628 ہجری تک کی عام تاریخ ہے اور تقریباً گیارہ بارہ جلدوں میں چھپی ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حوادث کو سال وار ترتیب سے جامع مگر مفصل انداز میں پیش کرتی ہے، اور چھٹی و ساتویں صدی کے مشرقی اسلامی دنیا، صلیبی جنگوں اور ان کے اپنے دور کے واقعات کے لیے یہ سب سے اہم اصل ماخذ سمجھی جاتی ہے۔ ان کی دوسری مشہور کتاب اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ہے، جو صحابہ کرام کے تراجم پر سب سے جامع کتابوں میں سے ہے اور اس میں سات ہزار سے زائد صحابہ کے حالات حروفِ تہجی کی ترتیب پر جمع ہیں؛ حدیث کے راویوں کی پہچان کے لیے یہ کتاب محدثین کے ہاں بھی بنیادی مرجع ہے کیونکہ ہر مروی صحابی کی تمیز کا پہلا قدم اسی نوعیت کی کتابوں سے اٹھتا ہے۔ ان کی تیسری اہم کتاب اللباب فی تہذیب الانساب ہے جو سمعانی کی کتاب الانساب کا محرر و مہذب اختصار ہے اور راویوں کی نسبتوں کی تصحیح کے لیے کام آتی ہے۔ اس کے علاوہ التاریخ الباہر اتابک خاندان کی تاریخ پر ان کی الگ تصنیف ہے۔ ان کتابوں سے واضح ہوتا ہے کہ عز الدین کی خدمات تاریخ اور رجالِ صحابہ کے شعبوں میں حدیث کی خدمت سے براہِ راست جڑی ہوئی ہیں، کیونکہ راوی کی پہچان ہی حدیث کی جانچ کی پہلی سیڑھی ہے۔

جدول 1: دونوں بھائیوں کی مشہور ترین تالیفات — تقابلی نوٹ

شعبہ و اہمیت	کتاب	عالم
کتبِ ستہ کی احادیث کا موضوع وار جامع مجموعہ	جامع الاصول فی احادیث الرسول	مجد الدین ابنِ الاثیر (م 606ھ)
غریب الفاظِ حدیث کی سب سے مقبول لغت	النہایہ فی غریب الحدیث والاثر	مجد الدین ابنِ الاثیر
سال وار عام تاریخ؛ چھٹی و ساتویں صدی کا اصل ماخذ	الکامل فی التاریخ	عزالدین الجزری (م 630ھ)

سات ہزار سے زائد صحابہ کے تراجم؛ رجال کا بنیادی مرجع	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	عزالدین الجزری
نسبتوں کی تصحیح و تہذیب؛ راویوں کی پہچان میں مدد	اللباب فی تہذیب الانساب	عزالدین الجزری

دونوں کی خدمات کا مجموعی جائزہ

دونوں بھائیوں کا مجموعی مطالعہ کرنے سے ایک حسین تقسیمِ کار نظر آتی ہے: مجد الدین نے حدیث کے متن کو جمع اور اس کے الفاظ کو حل کیا، جبکہ عزالدین نے حدیث کے راویوں یعنی صحابہ کی سوانح اور ان کے زمانے کی تاریخ کو محفوظ کیا۔ متن اور راوی، یہ دونوں ہی حدیث کی جانچ کے دو پہیے ہیں، اور آلِ اثیر نے دونوں کو بیک وقت آگے بڑھایا۔ جامع الاصول اور النہایہ کے بغیر حدیث کا مطالعہ دشوار ہے، اور الکامل و اسد الغابہ کے بغیر رجال و تاریخ کا مطالعہ ادھورا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چھٹی و ساتویں صدی کے اس خاندان کو بعد کے علماء نے غیر معمولی خراجِ تحسین پیش کیا اور ان کی کتابیں چھپ کر آج بھی دنیا کی ہر بڑی لائبریری میں مرجع کے طور پر موجود ہیں۔ درسی نقطۂ نظر سے اس سوال کا حاصل یہ ہے کہ طالب علم دو الگ دائروں کی عظیم خدمت کو الگ الگ پہچانے: ایک دائرہ تدوین و لغتِ حدیث کا ہے جس کے امام مجد الدین ہیں، اور دوسرا دائرہ تاریخ و تراجمِ صحابہ کا ہے جس کے امام عزالدین ہیں۔

حاصلِ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ حافظ مجد الدین ابنِ الاثیر حدیث و لغت کے امام تھے جن کی جامع الاصول نے کتبِ ستہ کو ایک موضوع وار مجموعے میں سمیٹ دیا اور النہایہ نے غریب الفاظِ حدیث کی تشریح کو سہل کر دیا۔ ان کے بھائی حافظ عزالدین الجزری تاریخ و تراجم کے امام تھے جن کی الکامل فی التاریخ عام تاریخ کا بنیادی ماخذ اور اسد الغابہ صحابہ کے تراجم کا سب سے جامع مرجع ہے۔ دونوں بھائیوں کی تالیفات نے متنِ حدیث اور راویِ حدیث دونوں کی حفاظت کی، اس لیے تاریخِ حدیث میں آلِ اثیر کا نام ہمیشہ احترام سے لیا جاتا ہے۔